



چند مناظرِ قدرت

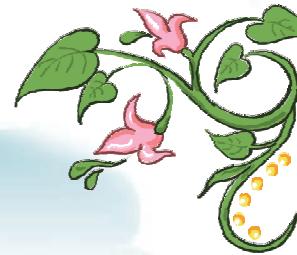
ابن انشا

اصل نام : شیر محمد خاں قلمی نام : ابن انشا وطن : جالندھر
پیدائش : 1927 وفات : 1979

ابن انشا کا شمارِ جدید دور کے سب سے ممتاز مزاح نگاروں اور شاعروں میں ہوتا ہے۔ ان کی شاعری پر ہندی روایت اور گیتوں کی زبان کا گہرا اثر ہے اور وہ اپنے رنگ میں منفرد ہیں۔ ان کے کئی شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں جن میں ”چاندگر“، کو سب سے زیادہ شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ اسی طرح ان کی نثر کا ذائقہ بھی دوسرے مزاح نگاروں سے الگ ہے۔ مزاح پیدا کرنے کے لیے وہ لفظیوں کا سہارا نہیں لیتے۔ ان کے بیان میں فطری بے ساختگی کا عضصر نمایاں ہے۔ اسلوب سیدھا سادا ہے۔ لیکن اپنی طبائی اور ذہانت سے وہ عام واقعات کے بیان میں بھی ہنسی اور لطف کا پہلو ڈھونڈ لیتے ہیں۔ ابن انشا اپنے سفر ناموں کے لیے خاص طور پر جانے جاتے ہیں۔ ان کے سفر ناموں میں ”چلتے ہو تو چین کو چلیے“، ”دنیا گول ہے“، ”آوارہ گرد کی ڈائری“، ابن بطوطة کے تعاقب میں“ اور ”نگری نگری پھرا مسافر“، بہت مشہور ہیں۔ ان کی دوسری کتابوں میں ”اردو کی آخری کتاب“، کو بہت شہرت ملی۔ ”چند مناظرِ قدرت“، اسی کتاب سے مانوذہ ہے۔ ان کی کئی کتابوں کے ترجمے ہندی اور دیگر زبانوں میں بھی شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں۔

آسمان

ذرانظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھو۔ کتنا اوپنچا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی اس سے گرے تو بہت چوٹ آتی ہے۔ بعض لوگ آسمان سے گرتے ہیں تو کھجور میں اٹک جاتے ہیں۔ نہ نیچے اُتر سکتے ہیں، نہ دوبارہ آسمان پر چڑھ



سکتے ہیں۔ وہیں بیٹھے کھجوریں کھاتے رہتے ہیں۔ لیکن کھجوریں تو کہیں کہیں ہوتی ہیں، ہر جگہ نہیں ہوتیں۔
کہتے ہیں پہلے زمانے میں آسمان اتنا اوپر نہیں ہوتا تھا۔ غالب نام کا شاعر، جو سو سال پہلے ہوا ہے، ایک جگہ
کسی سے کہتا ہے:
کیا آسمان کے بھی برابر نہیں ہوں میں؟

جوں جوں چیزوں کی قیمتیں اوپر گئیں، آسمان ان سے باقی کرنے کے لیے اوپر اٹھتا چلا گیا۔ اب نہ
چیزوں کی قیمتیں نیچے آئیں نہ آسمان نیچے اُترا۔
ایک زمانے میں آسمان پر صرف فرشتہ رہا کرتے تھے۔ پھر ہماشما جانے لگ۔ جو خود نہ جاسکتے تھے ان کا
دماغ چلا جاتا تھا۔ یہ نیچے زمین پر دماغ کے بغیر ہی کام چلاتے تھے۔ بڑی حد تک اب بھی یہی صورت ہے۔
پیارے بڑو! راہ چلتے میں آسمان کی طرف نہیں دیکھنا چاہیے تاکہ ٹھوکرنے لگ۔ جوز میں کی طرف دیکھ کر چلتا
ہے اس کے ٹھوکر نہیں لگتی۔

ستارے اور ہلال وغیرہ

واہ واہ! کیا سہانا منظر ہے۔ ستارے یہاں سے وہاں تک چھٹکے ہوئے ہیں۔ ان کی کثرت سے گمان ہوتا ہے جیسے
میٹر کار بیزلٹ شائع ہوا ہو۔ ادھر ایک ہلال بھی جگمگار ہاہے۔ آسمان کی رونق بڑھا رہا ہے۔

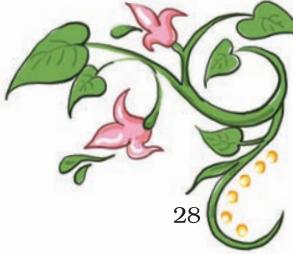
ستارے چمکتے دیکھتے بہت بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی ٹوٹ کر گر بھی جاتے ہیں۔ جب یہ میں میں جائیں تو کوئی نہیں پوچھتا۔

ہلال یعنی نئے چاند کو پرانے لوگ دوڑھی سے دیکھا کرتے تھے اور سلام کیا کرتے تھے، وہ بھی عید، بقاعدہ



پر۔ اس زمانے میں یہ چپ چاپ آپ ہی آپ بکل آتا تھا۔ پھر ایسا دور آیا کہ لوگوں نے کھدیر کر نکالنا شروع کر دیا، بلکہ آپس میں لڑتے تھے کہ کون نکالے۔ چاند کے لیے بڑی مشکل ہوتی تھی کہ سرکار کا کہا مانے یا لوگوں کا۔ بے شک اتنی بڑی قوم کے لیے ایک دن کی عید کافی نہیں۔ یکے بعد دیگرے دو تین دن کی تو ہو۔ لیکن اس میں سر پھٹوں بہت تھی۔ اب یہ سلسلہ بند ہے، اور یہ بات ہمیں پسند ہے۔

عید کا پیغام لانے کے علاوہ چاند کا کوئی خاص مصرف نہ تھا۔ بس شاعر اور چکور وغیرہ اس سے بات کر لیتے تھے۔ یا پھر ان بستیوں میں جہاں بچلی نہیں، یہ لاٹھیں کا کام دیتا تھا۔ کچھ عرصہ ہوا ولایت والوں کو اس کے پیلے رنگ



سے خیال ہوا کہ یہ سونے کا بنا ہوا ہے۔ آخر اڑ کر جا پنجے اور کالی کالی مٹی کی بوریاں بھر لائے۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ ایسی مٹی، بلکہ اس سے اچھی مٹی تو یہاں بھی ڈھیروں ہے۔ بہت پچھتا ہے۔

ہوا

یہ ہوا۔ تحقیق نہیں ہو سکا کہ اتنی ہوا کہاں سے آگئی کہ ایک الگ محلہ آب و ہوا کا بنانا پڑا۔ ہوا عجیب چیز ہے۔ یہ آگ کو جلاتی ہے۔ چراغ کو بجھاتی ہے۔ جہاز اسی سے چلتے ہیں، اسی سے ڈوبتے ہیں۔ لوگوں کی زندگی کا مدار ہوا پر ہے۔ ہوانہ ملے تو لوگ مر جاتے ہیں۔ ویسے کھانانہ ملنے سے بھی مر جاتے ہیں۔ لیکن ہوانہ ملنے سے جلدی مر جاتے ہیں۔ اسی لیے تو کوئی غریب آدمی کسی بڑے آدمی کے پاس کوئی سوال لے کر جاتا ہے تو یہ جواب پاتا ہے کہ ”جاوہ ہوا کھاؤ۔“



بڑے لوگ یہ مشورہ نہ دیتے تو بہت سے غریب کچھ اور کھا کر اب تک مر گئے ہوتے۔

ہوا کے نقصانات بھی ہیں۔ بعض لوگوں کو یہ بہت اونچا اڑا کر لے جاتی ہے اور پھر ٹھیٹ دیتی ہے۔ بعض کے پیٹ میں بھر جاتی ہے بعض کے سر میں۔ دونوں صورتوں میں تکلیف ہوتی ہے۔ اس شخص کو بھی، اور دوسروں کو بھی۔ ہوا میں وزن بھی ہوتا ہے لیکن بہت کم۔ پرانے لوگ جو اس کی کمند میں پھنس جاتے تھے، فارسی میں خدا سے دُعا کیا کرتے تھے۔ کہ کریما! ہمارے حال پنخیش کر۔ اب لوگ نہ فارسی پڑھیں، نہ یہ دعا کریں، نہ ان کی پنخیش ہو۔

پہاڑ

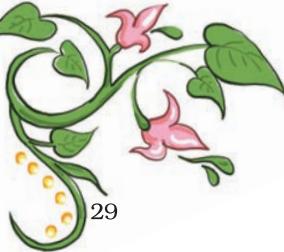
ان پہاڑوں کو دیکھو۔ بعضوں کی چوٹیاں آسمان سے با تین کرتی ہیں۔ کیا با تین کرتی ہیں؟ یہ کسی نے نہیں سنًا۔ پہاڑوں کے اندر کیا ہوتا ہے؟ معلوم نہیں۔ بعض اوقات پہاڑ کو کھودو، تو اندر سے چوہا نکلتا ہے۔ بعض اوقات چوہا بھی نہیں نکلتا۔ جس پہاڑ سے چوہا نکلے اسے غنیمت جانا چاہیے۔

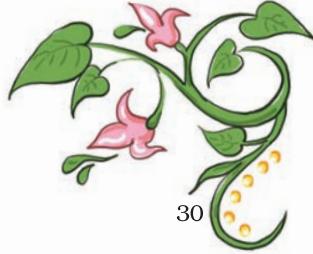
جو لوگ پہاڑوں پر رہتے ہیں ان کو گرم کپڑے تو ضرور بنوانے پڑتے ہیں لیکن ویسے کئی فائدے بھی ہیں۔ پہاڑوں پر برف جمٹی ہے جو ان لوگوں کو مفت مل جاتی ہے۔ جتنا جی چاہے پانی میں ڈال کر پیں۔ برف میں رہنے والوں کو ریفریجیریٹر بھی نہیں خریدنے پڑتے۔ پیسے بچتے ہیں۔

جو پہاڑ بہت سر بلندی دکھاتے ہیں، ان کو کاٹتے ہیں اور کاٹ کر ان کے پتھر سڑکوں پر بچاتے ہیں۔ لوگ انھیں جو توں سے پامال کرتے گزرتے ہیں۔ جو پتھر زیادہ ہی سختی دکھائیں وہ چکی میں پتے ہیں۔ سُرمه بن جاتے ہیں۔ سارا پتھر پن بھول جاتے ہیں۔

ابر

یہ ابر ہے۔ اب سامنس کا زمانہ ہے۔ کوئی بچہ بھی بتا دے گا کہ ابر کیا ہوتا ہے۔ مرزا غالب اتنے بڑے شاعر ہو کر لوگوں سے پوچھتے پھر اکرتے تھے کہ





اب کیا چیز ہے، ہوا کیا ہے؟
ہماری ناقص رائے میں مرزا غالب نے سو سال پہلے پیدا ہو کر غلطی کی۔



بعض اوقات لوگ ابر کو بلوانے کے لیے دعا نہیں کرتے ہیں، بعض اوقات اسے بند کرنے کے لیے۔ کبھی کبھی
دھوکا بھی دے جاتا ہے۔ ابر۔ جس کی ایک قسم کو ابر رحمت بھی کہتے ہیں، اپنی مرضی کا مالک ہے۔ جس کھیتی پر چاہتا
ہے، برس جاتا ہے۔ بے ضرورت بھی برس جاتا ہے۔ جہاں ضرورت ہو وہاں لوگ ترستے رہ جاتے ہیں۔ ایک ہی
جگہ بار بار برس کر جل تھل کر دینا ٹھیک نہیں۔ لیکن ابر کو یہ بات کون سمجھائے؟
اے ابر! تو جم جم کر برس۔ تجھے برسنے سے ہم نہیں روکتے۔ لیکن یہ کیا کرتا ہے! بھرے ہوؤں کو بھرتا ہے۔
ہوش میں آ! کچھ چھینٹے ہمارے کھیتوں میں بھی ڈال جا۔

(ابن انشا)

سوالات

1. ”آسمان سے گرا بھور میں اٹکا“ سے کیا مراد ہے؟
2. ”ستاروں کی کثرت سے گمان ہوتا ہے جیسے میٹرک کا ریزلٹ شائع ہوا ہو“۔ ستاروں کی کثرت اور میٹرک کے ریزلٹ میں کیا بات یکساں ہے؟
3. مصنف نے اپنے خاص مزاحیہ انداز میں چاند کے کیا مصرف بتائے ہیں؟
4. اپنی اوپنچائی پر اترانے والے پھاڑوں اور انسانوں کا کیا انجمام ہوتا ہے؟
5. انہن انشانے ہوا کو عجیب چیز کیوں کہا ہے؟
6. اب کو اپنی مرضی کا مالک کیوں کہا گیا ہے؟